جناب اختر راہی ایم۔ اے

مشنری سرگرمیاں اور مسلمان علماء

منشی محمد مہر اللہ

برصغیر پاک و ہند میں مشنری سرگرمیوں کا آغاز بنگال سے ہوا۔ انگریزی تعلیم و تدریس کا مرکز بنگال بنا اور مجاہدین ملت کی ترک تازیوں کی جولانگاہ بھی یہی خطہ رہا۔ فرائضی تحریک یہاں برپا ہوئی۔ سانحۂ بالاکوٹ (۱۸۳۱ء) کے بعد تحریک مجاہدین یہیں سلگتی رہی اور پورے ملک کی جدوجہد آزادی کا ہیڈ کوارٹر بنگال کی سرزمین رہی۔

مشنری سرگرمیوں کے اثرات برصغیر کے دوسرے علاقوں کی نسبت بنگال میں زیادہ نمایاں تھے۔ راجہ کرم موہن رائے کے برہمو سماج میں عیسائیت کے عقاید بھی شامل تھے اور ان کے زیر اثر ہندو عیسائیت کے قریب آ رہے تھے۔ مسلمانوں کی ناخواندگی، غربت و افلاس اور سادہ لوحی سے پادری فائدہ اٹھا رہے تھے۔ آہستہ آہستہ مسلمان دام عیسائیت میں الجھتے جا رہے تھے۔

۱۸۷۱ء کے مقالے میں گارسن دتاسی جرمن مشنریوں کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

"جرمن مبلغین بھی ہندوستان میں مسیحیت کی تبلیغ و اشاعت کے کام

میں منہمک ہیں۔ ان کا سرگروہ برلن کا پادری گوسنر (GASSNER) ہے۔ راسن نے "کول" لوگوں میں مسیحیت کی تبلیغ کی ہے۔ کول لوگ بنگال کے اس ضلعے میں آباد ہے جس کا صدر مقام چھوٹا ناگپور ہے۔ اس وقت اس علاقے میں بارہ ہزار تک عیسائی ہیں چونکہ جرمن مبلغین کا تعلق حاکم قوم سے نہیں ہے اس واسطے غالباً دیسی لوگوں میں زیادہ مقبولیت حاصل ہے ——————"[1]

ان حالات کو دیکھ کر جن لوگوں میں خدمتِ اسلام کا جذبہ پیدا ہوا اور تبلیغِ اسلام کی خاطر تن، من اور دھن قربان کر دیا۔ ان میں منشی محمد مہراللہ کا نام ستاروں میں چاند کی حیثیت رکھتا ہے۔

ولادت وخاندان

منشی محمد مہراللہ ۲۶ دسمبر ۱۸۶۱ء کو ضلع جیسور (JASORE) کے ایک گاؤں گھوپ میں پیدا ہوئے۔ آج کل ان کے نام پر یہ گاؤں "مہراللہ نگر" مشہور ہے۔ ان کے والد منشی وارث الدین ایک غریب اور دیندار انسان تھے۔

تعلیم

منشی مہراللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، مگر ابھی عالمِ طفولیت کے دن بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ منشی موصوف کی والدہ اپنے بھائی کے ہاں چلی آئیں اور منشی صاحب کا سلسلۂ تعلیم منقطع ہو گیا۔ وہ چھ سال تک اپنے گھر سے باہر رہے۔ اس عرصے میں تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ عربی اور فارسی پر عبور حاصل کیا فارسی زبان کے ادب سے انہیں خاص دلچسپی تھی۔ پندنامۂ عطار، بوستان وگلستان

---

[1] مقالات صد ۱۴۹

سعدی کا مطالعہ کیا تھا۔ اردو زبان میں دستگاہِ کامل حاصل تھی اردو لٹریچر سے بخوبی استفادہ کرتے تھے۔

ذریعۂ معاش

تقریباً بیس سال کی عمر میں گھریلو ذمہ داریاں سنبھالنا پڑیں۔ چنانچہ انہوں نے خیاطی کا پیشہ اختیار کیا۔ مگر حصولِ معاش کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اردو اور فارسی کی استعداد بتدریج بڑھاتے رہے اور بنگلہ زبان وادب کا مطالعہ کرتے رہے۔

خیاطی میں انہوں نے خاصی شہرت حاصل کی۔ شہر کے معزز افراد ان کی دکان کے مستقل گاہک تھے۔ جلیسور کا ضلع مجسٹریٹ ان ہی سے کپڑے سلاتا تھا۔ کئی دفعہ انگریزوں کے ساتھ سلائی کی غرض سے دارجلنگ گئے۔ کچھ عرصہ ضلع کچہری میں بھی کام کیا مگر آخر اپنے پیشہ میں واپس آگئے۔

تبلیغ سے لگاؤ کا سبب

انیسویں صدی کے آخر میں مسیحی مشنری سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ منشی موصوف نے پادریوں کے وعظ سنے، ان کے دل فریب کتابچے پڑھے، ان کی تقریروں نے منشی صاحب کے خیالات میں تزلزل پیدا کر دیا۔ ایمان کا محل مسمار ہونے کو تھا کہ انہیں حافظ نعمت اللہ کی کتاب کھرستان دھرمر ھر دشنوتا (عیسائی مذہب میں رد و بدل) اور منشی احسان اللہ (جو پہلے پادری الیشان چندر اسنڈل تھے) کی کتاب "انزیلے حضرت محمد کھو برا چھے" (انجیل میں حضرت محمدؐ کی خبر دی گئی ہے) نے ان کی ذہنی کیفیت بدل دی اور تبدیلیٔ مذہب کے بجائے اسلام کی مدافعت میں کمربستہ ہو گئے۔

منشی مہر اللہ کی خیاطی کی دکان جلیسور شہر کے عین وسط میں تھی۔ اپنی دکان کے سامنے عیسائی مبلغین کے لیکچر سن کر ان کے دل میں عیسائیت کی قلعی کھولنے اور اسلام کی حقانیت بیان کرنے کا جذبہ انگڑائیاں لینے لگا۔ چنانچہ انہوں نے پادریوں سے ٹکر

لینے کی ٹھان لی۔ چنداردو، عربی اور فارسی کی مناظرانہ کتابیں پڑھ کر پادریوں سے بحث مباحثہ شروع کردیا۔

۱۸۸۶ء میں یہ عالم تھا کہ وہ عیسائیوں کے جلسوں میں گھس جاتے، کھلے بازاروں میں عوام کے ذہنوں کو اپنی شعلہ بیان تقاریر سے جھنجھوڑتے اور عیسائی ہتھکنڈوں سے انہیں خبردار کرتے۔ اس تحریک میں ان کے دوست محمد قاسم اور غلام ربانی بھی شامل تھے۔

جوشِ تبلیغ میں منشی موصوف نے ادیان کا تقابلی مطالعہ کیا۔ بھگوت گیتا، وید، اپنشد اور انجیل پر گہری نظر ڈالی۔ کچھ عرصہ تو خیاطی اور تبلیغ پہلو بہ پہلو چلتی رہی مگر آخر خیاطی ترک کردی اور مستقل طور پر تبلیغ کے لیے وقف ہوگئے۔

پادری جان ضمیرالدین کا قبولِ اسلام

۱۸۹۲ء میں جلیسور کے پادریوں کے گل سرسبز جان ضمیرالدین نے رسالہ کھرشٹو باندھب (عیسائی دوست) میں "اصل قرآن کہاں ہے؟" کے زیرعنوان ایک مضمون لکھا، جس میں پادری صاحب نے اسلام اور قرآن کی سطحیت ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ منشی مہراللہ نے اس کے جواب میں "سدھاکر"[1] میں ایک بسیط مقالہ "عیسائی دھوکہ بھنجن" (عیسائی دھوکے کا ازالہ) لکھا۔ جس میں جان ضمیرالدین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دیا۔ جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ چل نکلا۔ آخر پادری جان ضمیرالدین مشرف باسلام ہوگیا۔ اور منشی شیخ ضمیرالدین کا نام اختیار کرکے منشی مہراللہ کے ساتھی بن گئے۔

شیخ ضمیرالدین ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور عیسائیت کے سیلاب

---

[1] شیخ عبدالرحیم (م ۱۹۳۱ء) نے نومبر ۱۸۸۹ء میں اسلامی تعلیمات عام کرنے کے لیے "سدھاکر" نامی ہفت روزہ جاری کیا تھا، جو بعد میں "مہرو سدھاکر" کے نام سے چھپنے لگا۔ ۱۹۰۴ء میں تقسیم بنگال کی تنسیخ کے خلاف مسلمانوں نے زبردست مہم چلائی۔ اس کی پاداش میں "مہرِ سدھاکر" بند کردیا گیا۔ (مسلم بنگلہ ادب ص ۲۲۹)

میں بہ کر بپتسمہ پالیا اور الٰہ آباد کے ST. PAUL DIVINITY COLLEGE سے مشنری تعلیم حاصل کی۔ انہیں H.J.R یعنی HIGHER GRADE READER کا خطاب دیا گیا تھا۔ منشی شیخ ضمیر الدین کے قبول اسلام سے کئی دوسرے عیسائی بھی اسلام کی آغوش میں آگرے۔

منشی شیخ ضمیر الدین نے "اسلام گروہن" (قبول اسلام) کے نام سے کتاب لکھی اور باقی عمر اسلام کی اشاعت اور تردیدِ عیسائیت کے لیے وقف کر دی۔ چھوٹی بڑی ایک سو آٹھ کتابیں لکھیں۔ مہر اللہ کی وفات پر ان کی سوانح "مہر چرایت" لکھ کر حق دوستی ادا کیا۔

تبلیغی ادارے اور انجمنیں

تبلیغی مشن کی وسعت کے لیے منشی مہر اللہ بنگال و آسام کے اہم مقامات کی سیر کرتے ہوئے کلکتہ گئے اور رسالہ "سدھاکر" کے مدیر شیخ عبدالرحیم اور دوسرے کارکنوں سے ملاقات کی۔ "سدھاکر" کی بدولت اسلام پسند حضرات کا ایک حلقہ بن گیا تھا۔ رسالے کا مقصد یہ تھا کہ اسلام پر آئے دن ہونے والے حملوں کی مدافعت کی جائے۔ اس ادارے سے منسلک ہو کر منشی مہر اللہ نے اپنی تصانیف "سدھاکر" میں قسط وار شائع کرائیں اور بنگال بھر میں پیغام پہنچا دیا۔

منشی مہر اللہ نے خان بہادر بدرالدین اور خان بہادر نور محمد ذکریا سے مل کر کلکتہ میں "نکھل بھارت اسلام پرچار شومیتی" (کل ہندوستان انجمن اشاعتِ اسلام) کی بنیاد رکھی۔ اس مہم میں مولانا ابوبکر مرحوم ان کے خصوصی مددگار تھے۔

اصلاحی خدمات

منشی مہر اللہ، مولانا کرامت علی مرحوم کے عقیدت مند تھے۔ ان کے اتباع میں انہوں نے سماجی اور مذہبی اصلاح کرنے کی کوشش کی۔ رسمی محفلِ میلاد کی اصلاح ان کا کارنامہ ہے۔ وہ دیکھتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت پر عربی و فارسی مولود نامے

پڑھے جاتے ہیں جن کا عشر عشیر بھی عوام کے پلے نہ پڑتا۔ انہوں نے بنگلہ زبان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرنا شروع کیا۔ بنگلہ نظمیں لکھیں جو نہایت مقبول ہوئیں آج بھی بنگال کے دیہاتوں میں منشی صاحب کی نظمیں ذوق شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔

برطانوی حکومت نے بیواؤں کے عقدِ ثانی کی حمایت میں قانون پاس کیا تو منشی موصوف نے اس کی تائید میں نہایت اہم کام کیا۔ مولانا حالی کی "مناجات بیوہ" کے انداز پر نظمیں لکھیں اور بیوہ عورتوں کو عقدِ ثانی کی ترغیب دی۔

منشی موصوف اور ان کے رفقاء کی دعوت و تبلیغ سے کئی مدارس قائم ہوئے۔ مساجد تعمیر ہوئیں اور انجمنیں وجود میں آئیں۔ جلیسور کے گاؤں منوہر پور میں "مدرسہ کراتیہ" کی بنیاد رکھی گئی۔ مدرسے کے اخراجات کا بڑا حصہ منشی صاحب ہی ادا کرتے تھے۔

سیاسی خدمات

منشی مہراللہ کی سیاسی زندگی پر سید احمد بریلوی اور ابوبکر پھرپھری کا اثر تھا۔ انہیں ہندو سیاست سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال کی تنسیخ کے لیے ہندو بنگالیوں نے سودیشی تحریک چلائی۔ وہ اس سے الگ تھلگ رہے۔ مسلمانوں کو بھی اس میں شامل ہونے سے روکا۔ ان کا نقطۂ نگاہ یہ تھا کہ:۔

"دونوں ٹانگوں میں سے اگر ایک ٹوٹی ہوئی ہو تو جس طرح چلنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح علم و فن میں پسماندہ مسلمانوں کے لیے سیاسی میدان میں ہندوؤں کا اتباع کرنا لڑکھڑاتے کے مترادف ہے۔"

بنگال بھر میں منشی مہراللہ کو جو مقبولیت حاصل تھی۔ اس کا کچھ اندازہ دیہاتی شاعر عبدالرحیم کی تالیف "اخلاق احمدیہ" کی نظم سے ہوسکتا ہے۔ منشی موصوف اپنے دوست شیخ ضمیرالدین کے ہمراہ نواکھلی گئے اور ان کے پرجوش خطابات سے عوام متاثر ہوئے ان کی تقریروں نے جذبۂ عمل بیدار کیا۔

عبدالرحیم نے لکھا:۔

"ان کا نام منشی مہر اللہ ہے، جلیسور ان کا مکان ہے
دنیا بھر میں ان کی نیک نامی ہے۔
وہ عابد، زاہد اور خوبیوں کے جامع ہیں۔
انہیں ہادی اور دین کا ہتھیار سمجھو۔
وہ ہدایت کے لیے در در پھر رہے ہیں۔
ہندو اور عیسائی ان کا وعظ سن کر
اپنا سطحی دین چھوڑ کر کلمہ پڑھ رہے ہیں
ان کے ساتھ اور ایک نیکوکار بھی ہیں
جن کا نام منشی شیخ ضمیرالدین ہے۔
جو خوبیوں کا مرکز ہیں"

وفات

منشی مہر اللہ مسلسل دوروں، اصلاحی کاموں، تصنیفِ کتب اور مضمون نویسی میں اس قدر محو تھے کہ انہوں نے اپنی صحت کی طرف مطلقاً توجہ نہ دی۔ صحت خراب ہوتی گئی اور آخر ۱۹۰۷ء میں پنتالیس سال کی عمر میں جان، جان آفریں کے سپرد کر دی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تصانیف

منشی مہر اللہ کی جملہ تصانیف کی مکمل فہرست پیش کرنا ناممکن ہے۔ تاہم ان کی مطبوعہ تصانیف میں مندرجہ ذیل زیادہ معروف ہیں۔

۱۔ کرشیو دھرمارساتا (عیسائیت کی سطحیت) سولہ صفحے کے اس کتابچے میں عیسائیت کی سطحیت پر گفتگو کی گئی۔

۲۔ اسلام روبی (مہر الاسلام)، یہ کتاب ۱۸۹۰ء کے بعد شائع ہوئی۔ اس کا کچھ حصہ منظوم ہے اور باقی منثور۔ اس میں مسئلہ توحید پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ہندو اور عیسائی اصل مذہبِ حقہ سے بھٹکے ہوتے ہیں۔

۳۔ بدھبا گنجنا (بیوہ کی مشکلات) اس کتاب میں بھی نظم و نثر دونوں سے کام لیا گیا ہے۔ پروفیسر محمد عبداللہ کے خیال میں مہراللہ نے یہ کتاب خواجہ الطاف حسین حالی کی مناجات بیوہ ۔۔۔۔ (۱۸۸۴ء) سے متاثر ہو کر لکھی۔ اس میں بعض مقامات پر حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے اخلاقی اصولوں سے تجاوز کر گئے ہیں۔

۴۔ پندنامہ (۱۹۰۸ء) شیخ سعدی کے فارسی پندنامہ کا بنگلہ ترجمہ ہے۔

۵۔ ہندو دھرم رہشو (ہندو مذہب کے راز) ہندو ادیبوں ۔۔۔۔۔ کی مسلم دشمنی سے متاثر ہو کر یہ کتاب منشی موصوف نے ۱۹۰۸ء میں لکھی، منشی موصوف نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے دلائل دے کر ثابت کیا ہے کہ ہندو مذہب نہایت سطحی ہے۔ ان کے انتقال کے بعد حکومت نے یہ کتاب ضبط کر لی۔

۶۔ کھرشتان مسلمان ترک مدھو (عیسائیوں اور مسلمانوں کے مناظرے) عیسائیوں کی نکتہ چینیوں کے جوابات ہیں۔

۷۔ ردکھرشتان او دلیل الاسلام (تردید عیسائیت اور دلیل اسلام) یہ کتاب بھی عیسائیت کی تردید میں لکھی گئی ہے اور اسلام کی حقانیت پر دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

علم دوستی

منشی مہراللہ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے۔ انہوں نے ہندو ادیبوں کی مسلم دشمنی شدت سے محسوس کی اور اسلامی بنگلہ ادب کی سرپرستی کی انہوں نے شیخ فضل الکریم[۱] (م ۱۹۳۷ء) کی سیرت النبی پر لکھی ہوئی کتاب "پری آن" (نجات) شائع کی۔

سید اسمعیل شیرازی سراجی[۲] کی شہرہ آفاق کتاب "انل پرباہو" (آگ کے شعلے) اپنے خرچ سے چھپوائی۔ **ماخذ**: ماہنامہ سیارہ جولائی ۱۹۶۶ء مضمون پروفیسر عبداللہ

۱ے شیخ فضل الکریم ضلع رنگپور میں ۱۹۳۷ء میں فوت ہوئے۔ وہ نظم و نثر دونوں سے کام لیتے تھے۔ ان کے ناول اور افسانے خاصے مقبول ہوئے۔ مگر ان کی شاعری کا کمال "پری آن" (نجات) میں نظر آتا ہے۔ بقیہ حاشیہ بر صد ۱۲